جسمانی اعتبار سے اگرچہ کمزور ہو پھر بھی بہادر ہوتا ہے اسکے عزائم میں استقلال اور ارادوں میں پختگی ہوتی ہے وہ حق کا شیدائی حق گو کا فدائی اور باطل کا دشمن ہوتا ہے وہ موافق کے حق میں نرم ہوتا ہے لیکن جب اس سے مخالف اور باطل کی قوتیں ٹکراتی ہیں تو وہ بپھرے ہوئے شیر کے مانند اور ہمالہ سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے جس سے ٹکرا کر وہ قوتیں معدوم اور پاش پاش ہو جاتی ہیں وہ مخالف سے زور بازو اور زور ایمان دونوں سے لڑتا ہے وہ دنیا کو دین پر قربان کرتا ہے دنیا کو دین کے بدلے میں حاصل نہیں کرتا وہ دین کی زندگی کو اپنی زندگی سے اہم تر سمجھتا ہے اپنی خواہشات کو دین کے تابع کرتا ہے نہ کہ دین کو خواہشات کے۔ وہ دشمن کو مغلوب کرنے سے نفس کے مغلوب کرنے کو زیادہ بہادری سمجھتا ہے وہ عقوبت کے برداشت کرنے سے عبادات کے مصائب برداشت کرنے کو آسان تر سمجھتا ہے وہ توحید کی جدائی سے روح کی جدائی آسان تصور کرتا ہے وہ تختۂ دار پر بھی اپنی جان کو توحید کے عوض خریدنا نہیں چاہتا اسے اقوال حق سے مسرت اور اقاویل باطل سے کوفت ہوتی ہے وہ سب کچھ سن سکتا ہے لیکن کتاب و سنت کے مخالف کچھ بھی سننے کیلئے تیار نہیں وہ ہزار مرتبہ جلایا جائے ایمان پر قربان کر دیا جائے تو اس بھینٹ کو بہت خوشی سے قبول کر سکتا ہے لیکن ایمان نہیں دے سکتا شارع کے افعال وطریقے چھوڑنا تو کیا وہ تو اس کے تھوک کو بھی نہیں چھوڑتا بلکہ تبرکاً اسے چہرہ پر مل لیتا ہے۔ پردہ کی صریح اور کھلی آیتوں پر عمل کرکے پردہ کی چیزوں کو پردہ میں رکھنا چاہتا ہے اپنی بہو بیٹیوں کو بے حجابی کے ساتھ سر بازار اور علانیہ پھرانے کو بے دینی اور بد توفیقی اور ان کے دامن عصمت و آبرو پر ایک بدنما داغ سمجھتا ہے اور خود عورتوں کے بے پردگی کی حمایت میں لکچر دینے کو ناقابل تلافی اور ناقابل عفو گناہ خیال کرتا ہے وہ اپنے اعمال کسی شہرت کی غرض سے نہیں کرتا اسے کبھی یہ خواہش نہیں ہوتی کہ میری عبادات دیکھکر لوگ مجھے متقی پرہیزگار سمجھیں بلکہ وہ تو کوئی عبادت ریاکاری کی خاطر کرنے کو شرک سمجھتا ہے وہ زہد و تقویٰ کے مخفی رکھنے ہی کو بہترین زہد و تقویٰ خیال کرتا ہے۔ مسلمان خود مسلمان معلوم ہوتا ہے زبان سے اظہار کی ضرورت نہیں ؎ مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

محدث۔ اس میں شک نہیں کہ ایک سچے مسلمان اور مخلص مومن کی یہی پہچان اور یہی علامتیں ہیں۔ لیکن ہم ذرا گریبان میں منڈالکر سوچیں کہ آج اگر کوئی غیر مسلم ہم کو ان علامتوں سے پہچاننا چاہے، تو کیا ہمارا کوئی حلیہ بھی اس نقشے کے مطابق پائے گا؟ اور کیا ان علامتوں کی بنا پر ہمیں کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے؟ سوچکر اپنے عمل سے جواب دو۔

گلشن حدیث کا ایک خوشنما پھول

(از مولوی محمد ہادی حسن صاحب سالم شاکپوری دربھنگوی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔ (ترجمہ) حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا درست ہے ایک اس آدمی پر جسکو خدا نے دولت دی اور پھر اسکو راہ حق میں خرچ کرنے پر مسلط کر دیا ہو، دوسرے اس شخص پر جسکو خدا نے علم و حکمت عنایت فرمایا

اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو تعلیم دیتا ہے (بخاری مسلم) "تشریح" حدیث مذکور میں حسد سے مراد غبطہ اور رشک ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی مرد مسلمان اگر اپنے کسی بھائی کو صاحب نعمت و ثروت دیکھے تو وہ اس کی تمنا کر سکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھکو بھی ویسی ہی نعمت عطا فرمائے تاکہ میں بھی اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور خلق خدا کو فائدہ پہنچاؤں لیکن یہ تمنا کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں کہ اس کے بھائی سے نعمت زائل ہو جائے اور خود اس کو مل جائے۔

چونکہ دولت اور اس کا نیک کاموں میں خرچ کرنا علم سیکھنا اور اس کا لوگوں میں پھیلانا یہ دونوں جلیل القدر نعمتیں ہیں اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی دونوں کو حدیث مذکور میں مخصوص فرمایا اور فرمایا کہ یہی دونوں چیزیں قابل رشک و غبطہ ہیں، لیکن اصل مقصد یہ ہے کہ ہر نیک کام میں دوسروں کے برابر ہونے کی کوشش اور خواہش کرنا اسلام میں محمود ہے۔ ہاں اس کے برخلاف حسد ایک بہت بڑا شرعی اور اخلاقی گناہ ہے۔ حسد کے معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی شخص دوسرے کی ترقی اور عروج کو دیکھکر جلے اور کسی طرح بھی اس کو اپنے بھائی کی بھلائی پسند نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اسلام جو ایک پیغام محبت اور مودت ہے ایک ایسی مذموم صفت کو کیسے پسند کر سکتا تھا جس سے مسلمانوں میں اختلاف و نزاع کی پرورش ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف عنوانوں سے اس سے بچنے کی ہدایتیں فرمائیں۔ کبھی فرمایا اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ دین تو خیر خواہی کا نام ہے یعنی ایک دوسرے کا بھلا چاہنا یہ دین کی بات ہے۔ اور حسد کرنے والا کبھی دوسرے کی بھلائی نہیں چاہتا۔ کبھی ارشاد ہوا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ یہ ایمان کی شان نہیں ہے کہ انسان اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہ چاہے جو خود اپنے لئے نہ چاہتا ہو۔ بلکہ مومن تو وہ ہے جو اپنے بھائی کے لئے وہی چاہے جو خود اپنی ذات کیلئے چاہتا ہے۔

اس حدیث میں بھی حسد کی کیسی صاف مذمت کی گئی ہے یعنی جب تم اپنی دولت و راحت، ترقی و عروج، نیک نامی و شہرت کا زوال نہیں پسند کرتے ہو تو پھر اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے متعلق یہ کیونکر گوارا کرتے ہو۔ ان اشارات کے علاوہ صاف صاف الفاظ میں بھی حسد اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج سے منع فرما دیا۔ فرمایا لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا۔ مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہ کرو بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے ناراض ہو کر منہ نہ پھیرو۔ بلکہ اے اللہ کے بندو سب بھائی بھائی ہو کر رہو۔ اس حدیث میں تو حضورؐ نے حسد کے دنیاوی نقصانات کی طرف اشارہ فرمایا ہے یعنی یہ کہ اسکی وجہ سے عداوتیں بڑھ جائینگی۔ دلوں میں کدورتیں پیدا ہو جائیں گی، فتنہ و فساد کے دروازے کھل جائیں گے لیکن دوسری جگہ تو اس کے اخروی نقصان کو بڑا ہی خطرناک بتایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا یَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ یعنی حسد انسان کی تمام نیکیوں اور بھلائیوں کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ پس نہ صرف شرعی بلکہ اخلاقی اور انسانی حیثیت سے بھی ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ کسی کے ساتھ حسد نہ کرے۔ ورنہ اسکے خطرناک نتائج اس کی دونوں جہان میں ذلت و رسوائی کا باعث بنیں گے۔

اعوذ باللہ من شر حاسد اذا حسد ٥